میرے والد......میرے محسن

سینیٹر ڈاکٹر خالد محمود سومرو

میرے والد، میرے استاذ، میرے محسن اور میرے مربی استاذ العلماء حضرت مولانا علی محمد حقانیؒ سندھ کی بزرگ شخصیت تھے۔ وہ بہترین استاذ، بہترین منتظم اور حقیقی معنوں میں اللہ والے تھے، ان کی تاریخ پیدائش تحریری طور پر ہمارے پاس موجود نہیں، اپنے سال ولادت کے بارے میں انہوں نے اپنی زندگی میں ہمیں اور اپنے مختلف احباب کو جو کچھ بتایا اور ہمارے خاندان کے بزرگ اور معمر افراد سے ہمیں جو معلومات حاصل ہوئیں ان کے مطابق ہمارا اندازہ یہ ہے کہ حضرت کی ولادت 1326ء کے لگ بھگ ہوئی ہے۔ وہ لاڑکانہ کے قریب نوڈیرو شہر میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد بزرگوار یعنی میرے دادا جان مرحوم امیر بخش سومرو سید العارفین حضرت مولانا سید تاج محمود امروٹی کے خصوصی معتقدین اور مریدین میں سے تھے۔ باباجان کی ولادت کے بعد ان کے والد بزرگوار نوڈیرو سے نقل مکانی کر کے لاڑکانہ سے پانچ کلومیٹر مشرق کی جانب دریائے سندھ کے کنارے واقع عاقل نامی گاؤں میں آ کر آباد ہوئے۔

انہوں نے ابتدائی تعلیم عاقل گوٹھ میں حاصل کی، اس کے بعد انہوں نے قریب ہی سنہری گوٹھ میں مولانا حافظ محمد کاملؒ، ٹھل حمزہ شریف میں خطیب حرم حضرت مولانا محمد مکی دامت برکاتہم کے والد بزرگوار حضرت مولانا خیر محمد حجازیؒ اور گمانی شریف میں حضرت سید محمد انور شاہ کشمیری کے تلمیذ رشید حضرت مولانا حبیب اللہؒ، معروف منطقی عالم مولانا واحد بخشؒ سے مختلف علوم وفنون کی تعلیم حاصل کی، اس کے بعد وہ حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ کے پاس چلے گئے اور ان سے بھی اکتساب فیض کیا، بعد ازاں وہ راولپنڈی گئے جہاں پر انہوں نے شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ سے اکتساب فیض کیا۔ یہاں سے فارغ ہو کر وہ گوجرانوالہ چلے گئے، جہاں پر انہوں نے حضرت سید محمد انور شاہ کشمیریؒ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے تلمیذ رشید مولانا قاضی شمس الدینؒ سے باقی کتابیں پڑھیں اور وہیں سے دورۂ حدیث بھی کیا۔

دینی علوم کی تکمیل کے بعد وہ اپنے آبائی گاؤں عاقل واپس لوٹے اور وہاں انہوں نے دینی مدرسہ قائم کیا اور چھ سات سال عاقل میں درس دیا، اس کے بعد وہ ضلع خیر پور میرس کی ایک بستی کھرڑاہ چلے گئے، جہاں انہوں نے چھ سات سال تک دینی تعلیم دی۔ پھر وہ اپنے آبائی گوٹھ عاقل والوں کے اصرار پر دوبارہ عاقل چلے آئے اور عرصہ دراز تک عاقل میں پڑھاتے رہے۔

عاقل گوٹھ کے زمیندار خان بہادر محمد ایوب کھوڑو تھے، ایک مرتبہ عید الفطر کے موقع پر حضرت کا ان کے ساتھ اختلاف ہوگیا، حکومت نے اعلان کیا کہ کل عید ہے، علمائے کرام نے کہا کہ عید نہیں، حضرت حقانی صاحب نے نماز عید پڑھانے سے انکار کیا، جس پر خان بہادر محمد ایوب کھوڑو ناراض ہوگئے اور انہیں حکم دیا کہ آپ میری بستی سے نکل جائیں۔ لاڑکانہ شہر میں حضرت کے ایک دوست حاجی گل محمد شیخ مرحوم رہتے تھے جو اس وقت لاڑکانہ میں میڈیکل اسٹور چلایا کرتے تھے، ان کو پتا چلا کہ حضرت حقانیؒ کو کھوڑو صاحب نے بستی سے نکلنے کا حکم دیا ہے، تو وہ حضرت کے پاس آئے اور انہوں نے لاڑکانہ میں دودائی روڈ پر واقع اپنی ایک زرخرید جگہ حضرت کو وقف کر کے دے دی، جہاں پر حضرت نے جامعہ اسلامیہ اشاعت القرآن والحدیث کے نام سے دینی مدرسہ قائم کیا جو اس وقت اندرون سندھ کی اہم دینی درسگاہوں میں سے ایک ہے۔

حضرت حقانیؒ 70 کی دہائی میں جمعیت علمائے اسلام ضلع لاڑکانہ کے امیر رہے، لاڑکانہ شہر میں جمعیت کا پہلا جھنڈا ان کے مدرسہ پر لگا، 1970ء کے انتخابات میں جب ذوالفقار علی بھٹو نے حضرت مولانا مفتی محمودؒ کے مقابلے میں الیکشن لڑنے کا فیصلہ کیا تو حضرت حقانی نے بھٹو کے خلاف الیکشن لڑنے کا اعلان کیا اور الیکشن لڑا، اس زمانے میں بھٹو خاندان کے خلاف الیکشن لڑنا کوئی معمولی کام نہیں تھا، اس دور میں بابا جان تقریباً اکیلے تھے، اللہ پاک کے سہارے کے سوا کوئی دوسرا سہارا نہ تھا، غربت بھی تھی، لیکن اس مرد قلندر نے جمعیت علمائے اسلام کا جھنڈا اٹھا کر تن تنہا بھٹو خاندان کے خلاف الیکشن کا آغاز کیا اور لاڑکانہ کے لوگوں نے پہلی مرتبہ جمعیت علمائے اسلام کا نام سنا، وہ پوری زندگی جمعیت علمائے اسلام کے ساتھ وابستہ رہے۔

بابا جان کی بیعت کا پہلا تعلق قطب الاقطاب حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجویؒ سے قائم ہوا، حضرت حماد اللہ ہالیجویؒ کے انتقال کے بعد انہوں نے حضرت خلیفہ، ولی کامل اور خانقاہ پیر شریف کے سجادہ نشین حضرت مولانا محمد عبدالکریم قریشیؒ سے بیعت کی تجدید کی، حضرت نے پوری زندگی قلندرانہ انداز میں گزاری، ان کی درویشی اور سادگی ضرب المثل تھی، وہ ریا کاری سے کوسوں دور تھے، سادہ لوح مسلمانوں کے عقائد کی اصلاح اور اعمال کی درستی ان کی محنت کا میدان تھا، انہوں نے پوری زندگی شرک و بدعات کے تعاقب میں گزاری، رسوم باطلہ کی بیخ کنی کے لئے وہ ہمیشہ مستعد رہے، ان کی محنت سے ہزاروں لوگوں کو ہدایت ملی، وہ اصلاح باطن پر بہت زور دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ کسی نہ کسی اللہ والے سے تعلق قائم

کرنا چاہیئے، وہ فرماتے تھے کہ نفس کے خناس کو مارنے کے لئے اللہ والوں کی صحبت بہت ضروری ہے، ان کی زندگی میں حضرت امام ولی اللہ کی تعلیمات کے مطابق طہارت، سماعت، اخبات اور عدالت کی جھلکیاں نظر آتی تھیں۔

انہوں نے سندھی زبان میں درجنوں کتابیں لکھیں، جو ہزاروں کی تعداد میں کئی کئی بار شائع ہوئیں اور جن کے ذریعے بہت سارے لوگوں کو ہدایت ملی، ان کی مطبوعہ کتابوں میں سے عقیدے کے عنوان پر" آئینہ اعتقاد" مدلل سندھی اور نماز کے مسائل پر دو جلدوں پر مشتمل کتاب "نبوی نماز" مدلل سندھی نے بڑی مقبولیت حاصل کی، اس کے علاوہ ان کی اور بھی چھوٹی بڑی درجنوں کتابیں مختلف اوقات میں شائع ہوئیں، ان کی خواہش تھی کہ سندھی زبان میں قرآن پاک کی تفسیر لکھی جائے، اس پر انہوں نے اپنی عمر کے آخری 30 سال صرف کئے اور الحمدللہ انہوں نے تفسیر قرآن کا کام مکمل کیا، یہ تفسیر ابھی اشاعت کے انتظار میں ہے۔

حضرت جب تک صحت مند رہے، تہجد پابندی سے پڑھتے رہے اور رمضان المبارک میں آخری عشرے کا اعتکاف بھی پابندی کے ساتھ کرتے رہے، دو تین پارے روزانہ قرآن پاک کی تلاوت، روزانہ پندرہ بیس اسباق پڑھانا، اوراد مسنونہ کی پابندی اور اس کے علاوہ تصنیف و تالیف کے لئے وقت نکالنا یہ ان ہی کا حصہ تھا، انہوں نے وعظ و نصیحت کے ذریعے بھی لوگوں کو اللہ وحدہ لاشریک لہ کی طرف بلانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، وہ ہر وقت احقاق حق و ابطال باطل میں مصروف رہے، دینی معاملات میں سیدھی سیدھی سناتے تھے، ان کی حق گوئی اور بے باکی کو علاقے کے لوگ ہمیشہ یاد رکھیں گے، میرے بابا جان تقریباً 107 برس کی عمر میں 11 اپریل کی 2011ء مطابق 7 جمادی الاولیٰ 1432ھ پیر کے روز صبح 11 بجے اللہ پاک کو پیارے ہو گئے، اسی روز شام کو ان کا جنازہ ہوا، بعد ازاں انہیں ان کے آبائی گاؤں عاقل کے قدیمی قبرستان میں ان کے والد بزرگوار (یعنی میرے دادا جان) اور ان کی اہلیہ محترمہ (یعنی میری امی جان) کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا۔ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را۔

اعتذار و وضاحت

مشہور کالم نگار عطاء الحق قاسمی نے روزنامہ جنگ میں ایک کالم لکھا تھا جس کا ایک حصہ مولانا عبدالرحمٰن اشرفیؒ کی تعزیت سے متعلق تھا، ماہنامہ وفاق المدارس کے ربیع الاول کے شمارے میں کالم کا یہ حصہ شائع کیا گیا، بعض دوسرے دینی رسائل میں بھی یہ شائع ہوا، مذکورہ کالم کی اس عبارت کی طرف بعض علماء نے توجہ دلائی ہے جس میں انہوں نے علمائے دیوبند کے کئی ممتاز دینی مدارس کا نام لے کر کہا ہے کہ ان سے ہمیشہ پاکستان کے مسلمانوں کو ٹھنڈی ہوا ہی آتی رہی، یہاں تک تو بات ٹھیک ہے لیکن اس کے بعد لکھا ہے "ہماری دینی فضا کو مسموم کرنے والے لوگ اور ہیں اور ان سے زیادہ تر کا تعلق اسی مکتبہ فکر سے ہے جنہوں نے پاکستان کی مخالفت کی تھی......" عطاء الحق قاسمی کی یہ بات ہر حوالہ سے غلط ہے۔ علمائے دیوبند کے دینی مدارس کا تعلق ماضی میں پاکستان کی حمایت و مخالفت کے جس بھی مکتبہ فکر سے رہا ہے، وہ تعلیم و تربیت اور امن و امان کے علمبردار رہے ہیں، ماضی کے ایک قصہ پارینہ کے حوالے سے عطاء الحق قاسمی کی یہ تفریق انتہائی گمراہ کن ہے۔ ادارہ کالم کے اس حصے کی اشاعت پر معذرت کے ساتھ ساتھ قاسمی صاحب کی اس بات کی تغلیط و تردید کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دینی مدارس کو ہر قسم کے پروپیگنڈے کے شر سے محفوظ فرمائے۔ آمین